امام خمینیؒ کی سیاسی زندگی

از: محمد حسن رجبی

ایران کے سیاسی حالات ۱۹۴۱ء سے ۱۹۶۱ء تک

راہ اسلام کے گزشتہ شمارے میں امام خمینیؒ کے بچپن اور ان کے ابتدائی دور میں ملک میں رونما ہونے والے ایسے سیاسی اور سماجی حوادث کا اجمالی خاکہ پیش کیا جاچکا ہے جن کا امام خمینیؒ کی زندگی سے گہرا رابطہ رہا ہے یا جو امام خمینیؒ کی زندگی اور ان کے انقلابی ذہن کو متاثر کرتے رہے ہیں۔ درحقیقت اس زمانے میں ایران برطانوی سامراج کے چنگل میں گرفتار تھا اور حکومت ملک وملت کے مفاد ومصالح کے بجائے برطانوی مفاد ومصالح کی حفاظت میں سرگرم تھی۔ رضا خان اسلامی قدروں کی پامالی میں لگا ہوا تھا اور مذہبی علماء کے اختیارات کو مسجد کی چہار دیواری میں محدود کیا جاچکا تھا اور بالعموم یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی تھی کہ مذہب اسلام کا سیاست سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ آیت اللہ مدرس نے اس اسلام دشمن پروپگنڈے کی بھرپور مخالفت کی اور ایرانی عوام میں سیاسی بیداری کی ترویج کرنی چاہی لیکن دیگر علماء نے ان کے ساتھ بھرپور تعاون نہ کیا۔ لیکن رضا خاں کی ظالمانہ راہ وروش اور اسلام دشمنی بہر حال رنگ لائی اور وہ وقت بھی آگیا کہ اُسے ایران چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ ایران سے رضا خاں کے فرار کے بعد جو حالات رونما ہوئے اور جو سیاسی کھیل کھیلے گئے اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو:

ایران سے رضاخان کے فرار کے بعد پورے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ایرانی عوام کے لیے ظالم وجلاد صفت بادشاہ کا زوال ایک بڑی بات تھی اگرچہ ظلم واستبداد کی جڑیں اپنی جگہ پر موجود تھیں البتہ اس کا ظاہری رنگ وروپ مندمل ہو گیا تھا اور ایران کا وہی حال تھا جو ۱۸۰۷ء میں نپولین سوم کے زوال کے بعد جرمنی کا ہوا تھا۔ دونوں صورتحال میں ظالم حکمرانوں کے زوال کے بعد ملک کے اقتدار کی باگ ڈور بیگانہ طاقتوں کے ہاتھ میں چلی گئی لیکن دونوں کے عوام محض اس لئے خوش تھے کہ انہیں ظالم حکمراں کے شر سے نجات حاصل ہوگئی۔ اس خوشی کا یہ عالم تھا کہ ان لوگوں نے دوسری غاصب طاقت کی موجودگی کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور ایک لمبی مدت تک اس غاصبانہ طاقت کے خلاف کوئی آواز بھی نہ ابھری۔

ملک کے نئے وزیر اعظم محمد علی فروغی نے بالکل اسی طرح جیسے سولہ سال قبل اپنی مخصوص تقریر کے ذریعہ رضاخان کی حکومت کو سرکاری حیثیت سے تسلیم کروانے میں کلیدی کردار انجام دیا تھا اس بار پھر اپنی سرگرمیاں تیز کردیں اور امریکہ، برطانیہ اور سوویت یونین کے خفیہ معاہدہ اور محمد رضا کی حکومت کے سلسلے میں ان تینوں ملکوں کی موافقت ورضامندی کے ساتھ محمد علی فروغی نے پارلیامنٹ کے اجلاس میں رضاخان کا استعفیٰ پڑھ کر سنایا اور اس کے فوراً بعد نئے بادشاہ محمد رضا کی داخلی سیاست کا اجمالی خاکہ خود اس کی زبان میں پیش کردیا۔ محمد علی فروغی نے اپنی تقریر میں اعلان کیا کہ نیا بادشاہ ملک کے آئین کے مطابق حکومت کرے گا۔ اور سابقہ حکومت کے دوران کئے گئے مظالم کے سلسلے میں لازمی تحقیق کی جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی

اعلان کیا گیا کہ ایرانی عوام اپنے لباس کے انتخاب اور اپنے مذہبی فرائض کو انجام دینے کے لئے پوری طرح آزاد ہو گئے۔ اس کے علاوہ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ سابقہ حکومت کے دوران ظلم کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ اور مجرموں کو مناسب سزا دی جائے گی۔ ۳

رضا خاں کی غلامی میں لگے ہوئے افسران، مسلط کردہ سفارشی اراکین پارلیمنٹ ۴ اور برطانیہ کے مقرر کردہ اعلیٰ ایرانی حکام ۵ دیکھتے ہی دیکھتے آزادی طلب اور انقلابی بن گئے اور سابقہ دور حکومت کے ظالمانہ کارناموں کی مذمت کرتے ہوئے نئے بادشاہ اور فروغی حکومت کی شان میں قصیدہ پڑھنے لگے۔ اس مکروفریب کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ نئی حکومت ایرانی عوام کے غیظ وغضب سے محفوظ رہے، نئی حکومت کو عوام کا اعتماد حاصل ہو جائے اور سابقہ شاہی نظام حکومت پوری طرح درہم برہم نہ ہونے پائے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ سیاسی قیدیوں کو آزاد کر دیا گیا۔ مذہبی اجتماعات اور دوسری تمام تقریبات کے سلسلے میں پوری چھوٹ دے دی گئی۔ اخبار اور کتابوں کی اشاعت پر لگائی گئی پابندی ختم کر دی گئی اور ایرانی عوام کو اپنے خیالات کے اظہار کی آزادی حاصل ہو گئی۔ لوگ اپنے گھروں اور عمومی جلسوں کے درمیان اپنے نظریات کا اعلان کر سکتے تھے۔ اور اب انہیں اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ کوئی ان کے خلاف جاسوسی کر رہا ہوگا۔ ایرانی خواتین اسلامی حجاب کے ساتھ شہر کی سڑکوں اور بازاروں میں آنے جانے کے لئے پوری طرح آزاد تھیں۔ سابقہ حکومت کے دوران شاہ اور اس کے افسروں نے جن کسانوں اور زمینداروں کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا، وہ عدالت کے سامنے لازمی اسناد و مدارک پیش کر کے اپنی زمین دوبارہ حاصل کر سکتے تھے۔ بعض وہ افراد جن پر زیادہ مظالم کئے گئے تھے یا جن کے رشتہ داروں کو قید خانہ میں قتل کر دیا گیا تھا، وہ مجرم افسروں کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کے لئے آزاد ہو گئے۔ سابقہ دور حکومت کے کچھ شناختہ شدہ قاتلوں مثلاً قید خانہ میں قیدیوں کو زہریلے انجکشن کے ذریعہ ہلاک کرنے والے ڈاکٹر احمدی جیسے لوگوں

ان حوادث کی طرف اجمالی توجہ کے ذریعہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ امام خمینیؒ نے اپنے بیانات میں ان شرمناک اور مہلک واقعات کی طرف جو اشارے کئے ہیں ان سے آپ بھی حضرات بخوبی واقف و آگاہ رہیں۔

کے خلاف اعلانیہ مقدمہ چلایا گیا اور انہیں پھانسی کی سزا دی گئی۔ اسی طرح سابقہ حکومت کے پولیس چیف مختاری کو بھی گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا لیکن کچھ ہی دنوں بعد اسے قید خانہ سے رہا کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں خود محمد رضا شاہ نے مداخلت کی اور اپنے ذاتی بجٹ سے اس کے لئے وظیفہ بھی مقرر کیا۔ ۶ مختصر یہ کہ معدودے چند افراد کے علاوہ سابقہ حکومت کے ظالم افسروں کے خلاف کوئی موثر قدم نہ اٹھایا گیا اور انہیں کسی طرح کی کوئی سزا نہ دی گئی بلکہ اس کے برعکس وہ اپنی دولت و ثروت اور خصوصی اختیار و اقتدار کے مالک بنے رہے اور ان میں سے کچھ لوگوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً ہی اپنا چہرہ بدل لیا اور موجودہ حکومت میں بھی خصوصی عہدہ و مقام کے دعویدار ہو گئے ظاہر ہے کہ ظالموں کی حمایت و طرفداری سے عوام ہرگز راضی نہ تھے لیکن اس کٹھ پتلی حکومت سے اور کیا امید کی جا سکتی تھی۔ در حقیقت اگر عوام میں پھیلی ہوئی ناراضگی اور ان کے غم و غصہ کو کم کرنا مقصود نہ ہوتا تو دو تین ظالموں کے خلاف بھی کوئی عدالتی کارروائی نہ کی گئی ہوتی ورنہ اگر ظالموں اور قاتلوں کے خلاف واقعاً کوئی عدالتی اقدام مقصود ہوتا تو سب سے پہلے رضا خاں کے خلاف مقدمہ قائم کر کے اسے عبرت انگیز سزا دی جانی چاہئے تھی۔ اس کے بعد ظالم، خائن وزیروں اور پارلیمنٹ کے ممبروں کو ان کی حقانیت اور مجرمانہ حرکتوں کے لئے عدالت کے کٹھہرے میں کھڑا کرنا چاہئے تھا۔ اور اس کے بعد فوج، پولیس اور انتظامیہ کے دیگر اعلیٰ افسروں کو ان کی مجرمانہ حرکتوں کی سزا دی جانی چاہئے تھی لیکن یہ کام فقط اب تک انصاف پسند انقلابی حکومت سے ہی متوقع تھا۔ آخر بڑی طاقتوں کی حمایت وسرپرستی کے سایہ میں برسر اقتدار آنے والی حکومت سے یہ امید کیسے کی جا سکتی تھی کیونکہ اس کا اصل مقصد تو سابقہ حکومت کی کرتوتوں پر پردہ ڈالنا تھا۔ ۷

در حقیقت ہمارا مقصد محض اس کے دور کے سیاسی حالات و واقعات کا تذکرہ و تجزیہ نہیں ہے بلکہ ان حوادث کی طرف اجمالی توجہ کے ذریعہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ امام خمینیؒ نے اپنے بیانات میں ان شرمناک اور مہلک واقعات کی طرف جو اشارے کئے ہیں ان سے آپ بھی حضرات بخوبی واقف و آگاہ رہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ فروغی کی حکومت کا مقصد عوام کو وقتی اور ظاہری آزادی فراہم کر کے ملک میں شاہی نظام حکومت کے خلاف رونما ہونے والے سیاسی سماجی اور عوامی انقلاب کی روک تھام کرنا تھا۔ اسی وجہ سے رضا خان کے زوال کے بعد حکومت ایران نے برطانوی سامراج کے خلاف سرگرم جہاد مذہبی رہنما آیت اللہ کاشانی کو گرفتار کر لیا تھا اور انہیں ۲۸ مہینوں تک قید خانہ میں اس بنیاد پر بند رکھا کہ وہ جرمنی کے ساتھ تعاون کر رہے تھے اور حقیقت آیت اللہ کاشانی کی گرفتاری کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ ملک میں رونما ہونے والی سیاسی صورتحال کو سامراج دشمن اغراض و مقاصد کے لئے استعمال نہ کر سکیں۔ لیکن جیسا کہ امید کی جاتی تھی کہ رضاخاں کے زوال کے ابتدائی ایام سے لے کر ۲۸ مرداد ۱۳۳۲ھ ش کی فوجی بغاوت تک ۱۲ سال کی مدت کے دوران مختلف سیاسی پارٹیاں اور گروہ و جماعت ابھر کر سامنے آئیں۔ ان پارٹیوں کے اغراض و مقاصد میں اختلاف پایا جاتا تھا کیونکہ ان میں سے زیادہ تر کسی نہ کسی خارجی طاقت سے براہ راست یا بالواسطہ طور پر وابستہ تھیں۔ بالکل اسی طرح ملک میں مختلف افکار و عقائد کی ترجمانی کرنے والے اخبارات اور سیاسی و تنقیدی رسالوں کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سابقہ حکومت کے مقابلے میں موجودہ حکومت کی طرف سے فراہم کی گئی آزادی اور رضاخاں کے زوال کی وجہ سے ملک میں سیاسی آگہی و بیداری کی فضا ہموار ہو گئی اور اسی سیاسی بیداری کے ذریعہ آنے والے وقت میں قومی اور سامراج مخالف تحریکوں کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا کیونکہ بین الاقوامی سیاسی ماحول بھی ان تحریکوں کی ترقی کے لئے بہت مناسب تھا لیکن ان قومی تحریکوں کی شروعات ان کی ترقی اور ان کے آخری انجام کا تجزیہ کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں ایران کے سیاسی اور اقتصادی حالات کا اجمالی خاکہ بھی پیش کر دیا جائے تاکہ قارئین کو یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہو کہ اس وقت ایرانی عوام کیسے سیاسی اور اقتصادی حالات سے دوچار تھے۔

> **محمد علی فروغی نے اپنی تقریر میں اعلان کیا کہ نیا بادشاہ ملک کے آئین کے مطابق حکومت کرے گا۔ اور سابقہ حکومت کے دوران کئے گئے مظالم کے سلسلے میں لازمی تحقیق کی جائے گی۔**

ایران میں اتحادی گروہ کی آمد کی وجہ سے اس ملک کو ناپسندیدہ اقتصادی نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔ اس اتحادی جماعت کو ایران میں خوردنی اشیاء، ایندھن، سڑک، ریلوے لائن اور مخابراتی و ابلاغی وسائل کی سخت ضرورت تھی تاکہ لازمی جنگی وسائل اور دیگر امدادی اشیاء کو ایران کے راستہ روسی محاذ کی پشت تک آسانی سے پہونچا سکیں۔ اسی وجہ سے اس اتحادی جماعت میں شامل حکومتوں نے ایران کو عملی طور پر اس بات کے لئے آمادہ کر لیا کہ وہ ان اقتصادی منابع و مآخذ کو ان کے حوالے کر دے۔ اس اقدام کا فطری نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ایرانی روپیہ کی قیمت میں غیر معمولی کمی آگئی اور اس کے مقابلے میں برطانوی اور روسی روپیہ کی قیمت کئی گنا بڑھ گئی۔ پہلے ہی مرحلہ میں ایرانی روپیہ کی قیمت سو فیصد سے زیادہ کم ہو گئی یعنی زر مبادلہ قانون کے مطابق ایک اسٹرلنگ کی قیمت ۶۸ ریال سے بڑھ کر ۱۴۰ ہو گئی۔ اس بھاری کمی کی وجہ سے اتحادی گروہ کو آدھی قیمت پر سارا سامان اور ملازمین ملنے لگے اور جنگ کے خاتمہ کے بعد ان لوگوں نے دوگنی قیمت پر اپنا سامان ایران کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ملکی روپیہ کی قیمت میں کمی کی وجہ سے ایران کی برآمداتی آمدنی اور درآمداتی ادائگی کے درمیان کوئی توازن باقی نہ رہ گیا اور ملک میں گرانی بڑھتی چلی گئی اور اس طرح ایران کے غریب و مفلس عوام اور زیادہ غریب و فقیر ہوتے چلے گئے۔ ملک میں کرنسی کی فراہمی میں چار گنا اضافہ ہو گیا جس کی وجہ سے مہنگائی اور بڑھ گئی۔ اس کے علاوہ الگ الگ باہمی معاہدوں کے بموجب برطانیہ کو بیچے گئے تجارتی مال کی ۶۰ فیصد اور روس کو فراہم کئے تجارتی مال کی سو فیصد رقم کی ادائگی جنگ کے خاتمہ تک کے لئے ملتوی ہو گئی۔ اس وقت کم شدہ زر مبادلہ قیمت کے مطابق ریال کے بدلہ میں سونا دیا جاتا تھا۔

۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۶ء کے دوران قومی سطح پر فہرست قیمت ۱۰۰ سے ۷۶۱ پوانٹ ہو گئی اور آئندہ بارہ سال کے دوران ان قیمتوں میں دس گنا اضافہ ہو گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایرانی کسانوں کی طرف سے پیدا کی جانے والی چیزوں کی بازار میں کوئی قیمت نہیں رہ گئی تھی جس کی وجہ سے کسانوں نے کھیتی کرنا کسی حد تک ترک کر دیا تھا۔ لہٰذا ایران کے بازاروں میں غذائی اشیاء ناپید ہو چکی تھیں اور شہروں میں بھوک اور قحط کا ماحول دکھائی دے رہا تھا چنانچہ نامناسب اور نہ کھانے لائق روٹیوں کی خریداری کے لئے لمبی لمبی

ظاہروں کا منظر آج بھی کچھ لوگوں کو ضرور یاد ہوگا۔۱۱ مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایرانی عوام کے درمیان ناراضگی اور بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور جدید ترین اخباروں اور رسالوں میں شائع ہونے والی خبروں نیز بعض اراکین پارلیمنٹ کے حقیقی بیانوں کی وجہ سے ایرانی عوام کے درمیان قدرے سیاسی بیداری نظر آ رہی تھی۔ یہ اراکین پارلیمنٹ وقتاً فوقتاً اپنے مخلصانہ بیانات کے ذریعہ لوگوں کو برطانوی سامراج کے شرمناک مقاصد اور اس کی کرتوتوں سے باخبر رکھتے تھے اور ایرانی عوام کی یہ سیاسی بیداری آنے والے وقت میں ایران میں رونما ہونے والی ایک قومی تحریک کا بنیادی سبب بنی۔

ایرانی پارلیمنٹ کے سولھویں دور کے لئے ہونے والا عام چناؤ نسبتاً آزاد ماحول میں انجام پذیر ہوا تھا جس کی وجہ سے پارلیمنٹ میں کچھ ایسے افراد بھی پہونچ گئے جو ایرانی عوام کے حقیقی نمائندے تھے اور پارلیمنٹ میں قومی اور عمومی مفاد و مصالح کے علاوہ دوسری کسی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ ان حقیقی عوامی نمائندوں میں آیت اللہ کاشانی اور ڈاکٹر محمد صادق کا نام سرفہرست تھا۔ آیت اللہ کاشانی انقلاب اسلامی عراق کی راہ میں اہم اور نمایاں کردار والے نامور مذہبی رہنماؤں میں سے ایک تھے اور اس انقلاب کی ناکامی کے چنگل سے جان بچا کر ایران چلے آئے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں رضا خان کے زوال کے بعد سے لیکر ۱۹۴۹ء تک انہوں نے ایرانی عوام کے درمیان اپنی انقلابی اور مجاہدانہ سرگرمیاں جاری رکھیں یہاں تک کہ ۱۹۴۹ء کے پارلیمانی چناؤ کے دوران وہ پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوگئے۔ اس مدت کے دوران انہیں کئی مرتبہ گرفتاری، قید بامشقت اور جلاوطنی کی سزا بھی بھگتنی پڑی اور جس وقت وہ تہران سے ممبر پارلیمنٹ چنے گئے اس وقت وہ لبنان میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور اس چناؤ کے بعد ایرانی حکومت انہیں دوبارہ ایران واپس بلانے کے لئے مجبور ہوگئی چنانچہ ایرانی عوام نے تہران میں ان کا شاندار اور یادگاری استقبال کیا اور انہوں نے دوبارہ اپنی انقلابی سرگرمیاں شروع کردیں۔۱۲ ان کے علاوہ ڈاکٹر مصدق بھی ایران کی نامور سیاسی شخصیت تھے جو رضا خان کے اقتدار کے ابتدائی دور میں اس کے نزدیکی

مشاورین میں شامل تھے لیکن کچھ ہی دنوں میں انہوں نے رضا خان سے علحدگی اختیار کرلی اور آیت اللہ مدرس کے ساتھ مل کر شاہی حکومت کی بدعنوانیوں کے خلاف پوری پوری طرح سرگرم عمل ہوگئے اور اسی وجہ سے رضا خان کے غیظ و غضب کا نشانہ بن گئے۔ اگرچہ ڈاکٹر مصدق یورپ کے فارغ التحصیل تھے لیکن وہ قومی روایات اور ثقافتی قدروں کے زبر دست پیرو تھے اور اسی وجہ سے انہیں ایرانی عوام کے درمیان بڑی مقبولیت حاصل تھی اور لوگ انہیں غیر معمولی قدر و احترام کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔

ایرانی پارلیمنٹ کے سولہویں دور کی شروعات کے چند مہینوں کے بعد ڈاکٹر مصدق "تیل کمیشن" (Iranian Oil Commission) کے چیرمین ہوگئے اور تھوڑے ہی دنوں بعد انہوں نے تیل کو قومی ملکیت بنانے کا منصوبہ (Oil Nationalisation Plan) پیش کردیا۔ اس سے قبل چودھویں پارلیمنٹ کے دور میں وہ یہ قانون پاس کروا چکے تھے کہ ایرانی حکومت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر کسی غیر ملکی کمپنی یا ادارہ کو تیل کی صنعت کے سلسلے میں کسی قسم کی کوئی رعایت دے سکے۔۱۳ کیونکہ ڈاکٹر مصدق کا یہ خیال تھا کہ "ایران برطانیہ تیل کمپنی" درحقیقت سامراجیت کا مظہر تھی۔۱۴ لہٰذا جب تک ایران میں کسی مخصوص حکومتی اور غیر ملکی کمپنی کو تیل کی تجارت کے سلسلے میں امتیازی اور خصوصی اختیارات حاصل رہیں گے تب تک اس ملک کی آزادی واستقلال کے لئے خطرہ بنا رہے گا اور ایران کی داخلہ سیاست پر غیر ملکی طاقتوں کا اثر و رسوخ قائم رہے گا۔ واضح رہے کہ ایران۔ برطانیہ تیل کمپنی کی موجودگی برطانیہ کے لئے بنیادی مفاد کی حامل تھی۔ ایران کے سیاسی و اقتصادیاتی ڈھانچے کی تشکیل میں اس کا اہم کردار ہوا کرتا تھا اور ایران کے خارجی و داخلی سیاسی روابط کی تشکیل میں بھی اس کمپنی کو بڑی اہمیت حاصل تھی اور اسی کمپنی کے ذریعہ برطانیہ داخلی اور خارجی امور میں بھرپور مداخلت کیا کرتا تھا۔ اگر ایران کو حقیقی آزادی و خود مختاری کی تڑپ تھی تو اسے بہرحال اس غیر ملکی اثر و رسوخ سے نجات حاصل کرنی تھی۔۱۵

تیل کی تجارت کی قومیت کے اس منصوبے کی حمایت میں آیت اللہ کاشانی نے ایک مفصل اور موثر بیان جاری کرتے ہوئے اس سلسلے میں کی جانے

والی جدوجہد کو "ملت اسلامیہ ایران کا مذہبی اور قومی فریضہ" قرار دیا(۱۶) آیت اللہ کاشانی کے اس بیان کی پرزور حمایت میں دیگر مذہبی علماء اور مراجع تقلید نے بھی علٰحدہ فتوے جاری کیے(۱۷) اور بقول خانم لمبتون علماء و مذہبی رہنماؤں کی اس بھرپور تائید وحمایت کی وجہ سے ہی اس تحریک کو عمومی مقبولیت وغیر معمولی وسعت حاصل ہوگئی۔(۱۸)

بہر حال ایرانی پارلیمنٹ نے تیل کو قومی سرمایہ قرار دینے والے اس منصوبے کو منظوری دیدی اور اسی کے ساتھ ساتھ جلاد صفت فوجی افسر رزم آرا کو ایران کا وزیر اعظم بھی کردیا گیا۔ اس سے قبل رزم آرا ایرانی فوج کا سپہ سالار رہ چکا تھا۔ اس کی حتی الامکان کوشش تھی کہ یہ منصوبہ پارلیمنٹ سے منظور نہ ہونے پائے بلکہ اس کی جگہ "معاہدہ گس گلشائیان" کو مجلس کی تائید حاصل ہوجائے لیکن آیت اللہ کاشانی نے رزم آرا کے خلاف ایک اعلانیہ بیان جاری کرتے ہوئے اس کو خارجی طاقتوں کا ایجنٹ قرار دیا(۱۹) چنانچہ فدائیان اسلام نے رزم آرا کو قتل کردیا اور اس طرح منصوبہ تیل کی منظوری کی راہ میں موجود آخری رکاوٹ بھی ختم ہوگئی اور اسی سال رزم آرا کے قتل کے آٹھویں دن پارلیمنٹ اور سینیٹ دونوں نے اس منصوبے کو منظوری دیدی اور اس تیل کی تجارت کو قومی ملکیت قرار دے دیا گیا اور ایرانی عوام کو ایک بڑی سیاسی کامیابی حاصل ہوگئی۔

☆ ☆ ☆

در حقیقت اگر عوام میں پھیلی ہوئی ناراضگی اور ان کے غم وغصہ کو کم کرنا مقصود نہ ہوتا تو دو تین ظالموں کے خلاف بھی کوئی عدالتی کارروائی نہ کی گئی ہوتی۔

حوالے:

۱۔ محمد علی کاتوزیان اقتصاد سیاسی ایران و سلطنت محمد رضا شاہ، تہران و بیر س۔ ص۔۱۱

۲۔ حسین دوست ظہور و سقوط سلطنت پہلوی جلد ۱ ص ۱۰۲ و ۱۰۳

۳۔ ظہور و سقوط جلد ۲ ص ۳۸

۴۔ گزشتہ چراغ راہ آئندہ ص ۸۴، ۸۵

۵۔ مقالات تقی زادہ جلد ۵

۶۔ محمد علی کاتوزیان اقتصاد سیاسی ایران۔ ص۔ ۱۱ و ۱۳

۷۔ اس دور میں بعض افراد کی نظر میں عمومی تصفیہ وپاکسازی لازمی نہ تھی چنانچہ عدم تصفیہ عمومی کو ایرانی عوام کی کینہ پروری سے تعبیر کیا جاتا ہے جو قطعی درست نہیں ہے۔ اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل ایران میں کوئی حقیقی قومی حکومت تشکیل نہیں ہوئی تھی اسی وجہ سے اس دور کے ظالموں اور خیانت کاروں کے خلاف کوئی اہم اور موثر قدم نہیں اٹھایا گیا تھا لیکن اسلامی انقلاب کی کامیابی اور ایران میں اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد انقلابی عدالتوں کا قیام عمل میں آیا اور سابقہ حکومت کے ظالموں کو لازمی سزائیں دی گئیں اور ایرانی عوام نے اس کا بھرپور استقبال بھی کیا۔

۸۔ روحانیت ونہضت ملی شدن صنعت نفت، ص ۶

۹۔ احسان طبری "کژراہہ"۔ حسین فردوست ص ۱۴۳ تا ۱۴۳

۱۰۔ عبد الرحیم ذاکر حسین "مطبوعات سیاسی در عصر مشروطیت" ص۔ ۱۷۳

۱۱۔ محمد علی کاتوزیان ص۔ ۱۲ تا ۱۳

۱۲۔ آیت اللہ کاشانی کی حیات اور کارناموں کے سلسلے میں مزید معلومات کے لیے رجوع کیجئے "روحانیت شدن صنعت نفت۔

۱۳۔ آیت اللہ کاشانی کی حیات اور کارناموں کے سلسلے میں مزید معلومات کے لیے رجوع کیجئے "روحانیت شدن صنعت نفت۔

۱۴۔ رونالڈ فری، اختلافات ایران وانگلیس۔ ص ۲۹۷

۱۵۔ محمد علی کاتوزیان۔ ص ۳۲

۱۶۔ روحانیت ونہضت ملی شدن صنعت نفت ص۔ ۵۴۔۵۵

۱۷۔ آیت اللہ کاشانی کی حمایت میں فتوے صادر کرنے والوں میں آیت اللہ خوانساری "آیت اللہ کلپایی" آیت اللہ محلاتی اور آیت اللہ شاہرودی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں رجوع کیجئے روحانیت ونہضت ملی شدن صنعت نفت۔ ص ۵۶ تا ۵۹

۱۸۔ ان کا بیان ہے کہ جب تک مذہبی علماء نے اسلامی اصطلاحات کے ساتھ ساتھ تحریک کی حمایت نہیں کی تھی اس کو عوامی مقبولیت کا درجہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ "بحوالہ رونالڈ فری "اختلافات ایران وانگلیس۔

۱۹۔ روحانیت وملی شدن صنعت نفت ص۔ ۱۱

☆ ☆ ☆